© rasailojaraid.com

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 32, Sr.No.84, 2011, pp 83 - 96

مجلہ تحقیق
مجلہ کلیہ علوم شرقیہ
جلد ۳۲، جولائی۔ستمبر ۲۰۱۱ء، شمارہ ۸۴

سرسیّد کی ورنیکلر یونیورسٹی

ڈاکٹر نوید شہزاد☆

Abstract:

The article is about the proposal of Sir Sayyed Ahmad to the British govt. for the establishment of Vernacular University. The article discussed comprehensively that Sir Sayyed wanted the Indians educated in their native/mother language. The research has very well explained that Sir Sayyed was not in the favour of making any other language the medium of education.

سرسیّد احمد خاں کی مجوزہ ورنیکلر یونیورسٹی (Vernacular University) پر بات کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ لفظ ''ورنیکلر'' کے معنی و مفہوم دیکھ لیے جائیں تاکہ یہ سمجھنے، سمجھانے میں آسانی رہے کہ سرسیّد نے اس مجوزہ یونیورسٹی کا نام ''ورنیکلر'' کیوں رکھا؟ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''Vernacular,a.: دیسی؛ مقامی؛ مُلکی؛ ادبی یا عالمانہ زبان کے برعکس اپنے عام چلن یا استعمال کے علاقے میں جنم لینے والی زبان یا الفاظ؛ کسی جگہ کی دیسی زبان میں لکھا یا ظاہر کیا ہوا، جیسے ادبی تصنیفات؛ ایسی زبان استعمال کرنے والا جیسے کوئی مقرر یا مصنف؛ ایسی زبان سے متعلق؛ کسی ایک

☆ ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبۂ پنجابی، اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب، لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقام یا رواجی مذاق سے مخصوص جیسے کوئی تعمیراتی طرز؛ سائنسی نام کے برعکس کسی جانور یا پودوں کے عام مقامی نام کا مظہر۔ (اسم) جنم بولی؛ مقامی زبان؛ عام روز مرہ زبان؛ کسی پیشے کی مخصوص زبان؛ عام طبقے کی زبان؛ سائنسی نام کے بجائے کسی جانور یا پودے کا عام مقامی نام"۔[1]

پروفیسر کلیم الدین احمد کے مطابق:

"Vernacular" (a) [L.vernaculus;]

(1) ملکی؛ دیسی (زبان، لفظ وغیرہ)۔ (2) مقامی؛ مختص المقام (بیماری)؛ جو کسی خاص خطے میں محدود ہو۔ (3) ملکی زبان میں لکھا ہوا۔

Vernacular: (n) (1) دیسی زبان؛ مقامی زبان۔ (2) کسی خاص پیشے کا اسلوب بیان یا محاورہ۔ (3) کسی خاص مقام کا طرز"[2]

The New Oxford Dictionary of English میں درج ذیل معنی درج ہیں:

"Vernacular (noun): the language or dialect spoken by the ordinary people in a particular country or region. (adjective) 1: (of language) spoken as one's mother tongue; not learned or imposed as a second language".[3]

Oxford Advanced Learner's Dictionary of Curent English میں لکھا ہے:

"Ver-nacu-lar (noun) [Sing.]: the language spoken in a particular area or by a particular grup, especially one that is not the official or written language".[4]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

J.A.Simpson اور E.S.C.Weiner کے مطابق:

"Vernacular: 2.a. of a language or dialect: that is naturally spoken by the people of a particular country or district; native, indigenous."(5)

یہاں جو لفظ indigenous استعمال کیا گیا Jami English, Urdu Dictionary کے مطابق اس لفظ کے معنی یوں ہیں:

''وطنی؛ دیسی؛ ملکی؛ فطری علاقہ رکھنے ولا؛ اندرونی''۔(6)

یہاں ورنیکلر کے معنوں کو زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، دیکھیں:

"VER-NAC-U-LAR: (Adjective) Native or Indigenous; Ordinary language. (noun) the native speech or language of a place. The plain variety of language in everyday use by ordinary people". (7)

خاص طور پر انگریزی لغات کے حوالہ جات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جائے گا کہ: ''Vernacular ایسی دیسی زبان کو کہا جاتا ہے جو کسی علاقے یا خطے میں بطور مادری زبان بولی جاتی ہو اور Second Language کی طرح بولنے کے لئے باقاعدہ شعوری سطح پر سیکھی گئی نہ ہو''۔

لفظ ''ورنیکلر'' (Vernacular) کے معنے طے کر لینے کے بعد اب ہم سر سید احمد خاں کی ورنیکلر یونیورسٹی کی طرف آتے ہیں۔ یکم اگست 1867ء کو سر سید نے برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمال مغرب کی جانب سے وائسرائے و گورنر جنرل ہند کو ایک درخواست بھیجی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ: ''(1) اعلیٰ درجہ کی تعلیم کا ایک ایسا سررشتہ قائم کیا جائے جس میں بڑے بڑے علوم وفنون کی تعلیم دیسی زبان میں ہوا کرے۔ (2) یہ کہ دیسی زبان میں انہیں مضمونوں کا سالانہ امتحان ہوا کرے جن میں کہ اب طلبہ کلکتہ یونیورسٹی میں انگریزی میں امتحان دیتے ہیں۔ (3) جو سندیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انگریزی خواں طلبہ کو اب علم کی مختلف شاخوں میں بجلدوی تحصیل لیاقت عطا ہوتی ہیں وہی سندیں اُن طلبہ کو عطا ہوا کریں جو انہیں مضمونوں کا دیسی زبان میں امتحان دے کر کامیاب ہوں۔ (4) یہ کہ یا تو ایک اردو فیکلٹی کلکتہ یونیورسٹی میں قائم کی جائے یا شمال مغربی اضلاع میں ایک جدا یونیورسٹی دیسی زبان کی قائم ہو۔ اس درخواست میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس غرض کے لئے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کا کام جہاں تک ممکن ہوگا سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ انجام دے گی"(8)

یہاں لفظ واحد "زبان" یعنی دیسی زبان استعمال کیا گیا حالانکہ ہندوستان میں بہت سی دیسی زبانیں/ مادری زبانیں (First Languages) تھیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرسید 1867ء میں ہندوستان کی ورنیکلر یونیورسٹی (مجوزہ) صرف ایک زبان کے فروغ کے لئے کھلوانے کے خواہش مند تھے اور اُن کی اس یونیورسٹی میں ہندوستان (مشترکہ) کی کسی اور زبان کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ یہاں "دیسی" کا لفظ بھی قابلِ بحث ہے کہ کیا انیسویں صدی میں یہ طے پا چکا تھا کہ ہندوستان کی دیسی زبان صرف ایک (اور کون سی) ہوگی؟ مولانا الطاف حسین حالی نے سرسید کی مجوزہ ورنیکلر یونیورسٹی کے حوالے سے دلچسپ تبصرہ کیا۔ ان کے مطابق 5 ستمبر 1867ء کو بمقام بنارس سرسید کی اس درخواست کا جواب سیکرٹری گورنمنٹ ہند کی طرف سے موصول ہوا۔ جس میں سرکار کی جانب سے اس تجویز کا خیر مقدم کیا گیا۔ یہ بھی کہ گورنمنٹ ہند صرف یونیورسٹی کی حد تک دیسی زبان (اردو) کو فروغ نہیں دینا چاہتی بلکہ وہ ورنیکلر یونیورسٹی سے باہر علمی حلقوں تک بھی اس کام کو پھیلانا چاہتی ہے(9)۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرنگی سرکار نے سرسید کی اس تجویز کو اتنی سرگرمی کے ساتھ کیوں منظور کیا۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ وہ اردو، ہندی تنازعہ کو جنم دینا چاہتے تھے۔ یا پھر چھوٹی بڑی تمام دیسی زبانوں کے حامیان کے بیچ کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑنا چاہتے تھے۔ یہاں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اگر سرسید اس مجوزہ یونیورسٹی کے حوالے سے تمام دیسی زبانوں کی تعلیم و تدریس کی تجویز پیش کرتے تو پھر فرنگی سرکار کا کیا ردِ عمل ہوتا؟ دراصل فرنگی کو اس بات کا ادراک تھا کہ اردو زبان ہندوستان کے وسیع تر علاقوں میں بطور مادری زبان (First

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Language) مستعمل نہیں اور مختلف علوم و فنون کی تعلیم و تدریس سے پہلے اسے باقاعدہ سیکھنا، سکھانا پڑے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے کسی بھی سیکنڈ لینگوئج کو سیکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح بہت سے لوگ اس ذریعہ تعلیم سے کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ دوسرا یہ کہ جب دوسری دیسی زبانوں کو نظر انداز کیا جائے گا تو اس سے بے چینی اور عدم اطمینان کی فضا جنم لے گی جو یقیناً مقامی لوگوں کے آپسی اختلافات کو جنم دینے کا باعث بنے گی۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ کا یہ بیان غور طلب ہے کہ: ''اس یونیورسٹی کا چرچا شمالی ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ میں بہت پھیل گیا تھا اور وہ لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے''(10)۔ سوال یہ ہے کہ صرف ''شمالی ہندوستان'' والے ہی کیوں؟

حالیؔ یہ بھی کہتے ہیں: ''اگر اور صوبوں کی نسبت کسی کو کچھ تامّل بھی ہو تو شمال مغربی اضلاع کی نسبت کسی کو بھی تامّل نہیں ہو سکتا کہ یہاں کی قومی زبان اُردو ہے۔ یہ صوبہ اُن دو شہروں سے گھرا ہوا ہے جو اُردو زبان کے سرچشمے سمجھے جاتے ہیں، یعنی دلّی اور لکھنؤ''(11)۔ یہاں حالیؔ یہ بات کرنے میں حق بجانب ہیں کہ شمال مغربی اضلاع کے لوگوں کی مادری زبان تھی ہی اُردو۔ سو اس نسبت سے اُردو اُن کی قومی زبان تھی۔

سر سید احمد خاں نے بنارس انسٹی ٹیوٹ کے ایک جلسہ میں جو تقریر کی تھی اس کے حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ تعلیم و تدریس کے بنیادی اصولوں سے ناواقف تھے، دیکھئے:

> ''ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم اضلاع شمال مغرب نے ایسوسی ایشن کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ ایسوسی ایشن کی ہرگز یہ رائے نہیں ہے کہ انگریزی صرف بطور ایک زبان کے سکھلائی جائے اور اس کو اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ذریعہ نہ گردانا جائے۔ بلکہ اُس کی خواہش ہے کہ انگریزی تعلیم کا طریقہ بدستور جاری رہے مگر اس کے ساتھ ایک اور سررشتہ قائم کیا جائے جس سے انگریزی علوم و فنون اور خیالات دیسی زبان کے ذریعہ سے بہ کثرت عام ہندوستانیوں میں پھیلائے جائیں''(12)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا اُس وقت تمام ہندوستانی اردو زبان کے فارسی یا دیوناگری رسم الخط (ہندی) کو بآسانی پڑھ سکتے تھے؟ کیا یہ ایک زبان اپنے دونوں رسم الخطوں کے ذریعے تمام ہندوستان میں ابتدائی تعلیم کا ذریعہ تھی؟ پھر عام ہندوستانی، جو کہ ان گنت زبانوں (مادری) کے ورثاء تھے، کس طرح سرسید کی اس کاوش سے مستفید و مستفیض ہو سکتے تھے۔ یہ بات بھی خلافِ اُصول ہے کہ انگریزی کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ رہنے دیا جائے۔ ایک ایسی زبان جو نہ یہاں کے لوگوں کی مادری زبان تھی اور نہ ہی اُسے تعلیم کے ثانوی مدارج پر سکھائے جانے کا کوئی بندوبست تھا وہ اچانک اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بن کر مطلوبہ نتائج کیسے فراہم کر سکتی تھی! اور ساتھ اُردو بھی بطور ذریعہ تعلیم۔ کیا یہ تعلیمی نظام جس کی سرسید نے تجویز دی، یہ اُسی طرح کا نہیں جو ہمارے ہاں پچھلے چونسٹھ برس سے چل رہا ہے۔ مادری زبان کا بچے کی ذہنی نشوونما اور تربیت میں اہم اور خاص کردار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے 2010ء میں امریکہ میں ہونے والی تحقیق کے نتائج دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر ہرشندر کور (چائلڈ سپیشلسٹ) لکھتی ہیں: ”(پنجابی سے ترجمہ) 2030ء تک امریکہ میں سارے سکول جانے والے بچوں میں سے 40 فیصد بچے ایسے ہوں گے جو ابھی انگریزی سیکھ رہے ہوں گے۔ کیونکہ اُن کی مادری زبان انگریزی نہیں کوئی اور زبان ہوگی۔ کچھ علاقوں میں خاص طور پر کیلی فورنیا میں اب بھی 70 فیصد سکول کے بچوں کی مادری زبان انگریزی نہیں ہے بلکہ سپینش، فرنچ، جرمن، پنجابی، ہندی، آدہے۔ اسی لئے یہ تحقیق کی گئی کہ ایسے بچوں کو کب انگریزی زبان سکھائی جائے۔ دو زبانوں کے ماہرین نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی زبان سیکھتے ہوئے صرف وہ بچہ جو اپنی مادری زبان اچھے طریقے سے جانتا ہو گا، وہی دوسری زبان یعنی Second Language کو بھی اچھے طریقے سے سیکھے گا۔ دو زبانوں والے بچے امریکہ کو اپنے ملکی مفاد میں زیادہ بہتر ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے ہر غیر امریکی والدین کو تاکید کی ہے کہ گھر میں بچوں کے ساتھ مادری زبان ہی بولی جائے تا کہ بچہ اپنی مادری زبان کو مکمل طور پر سیکھ سکے۔ پہلے بھی ماہرین لسانیات یہ نظریہ پیش کرتے تھے کہ جتنی جلدی انگریزی زبان پڑھائی جائے اور مادری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبان سے جتنا جلد بچے کو دور کیا جا سکے، بچہ اُتنی جلدی انگریزی زبان سیکھے گا..........مگر اب زبان سکھانے کے لئے ''ایڈیٹو بائیو لینگو تج'' پر ہی دنیا بھر میں زور دیا جاتا ہے۔ جس کے تحت پہلے مادری زبان کو مکمل طور پر سکھایا جاتا ہے اور ثانوی درجے پر دوسری زبانیں (Second Languages) ساتھ ساتھ سکھائی جاتی ہیں''(13)۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ سرسید کا اعلیٰ تعلیم کے لئے یہ نظریہ تعلیمی نظریے سے زیادہ ''سیاسی نظریہ'' تھا۔ جو اس وقت کے سیاسی حالات کے پیش نظر پیش کیا گیا تھا۔ سرسید نے ورنیکلر یونیورسٹی کے قیام کی جو تحریری تجویز دی تھی اس کی ابتداء دیکھئے:

> ''ہم برٹش انڈین ایسوسی ایشن اضلاع شمال و مغرب جن کے دستخط اس عرض داشت کے ذیل میں ثبت ہیں بہ دل و جان گورنمنٹ (انگریز سرکار) کی ان سخت کوششوں سے بخوبی واقف اور ان کی قدر و منزلت کرنے والے ہیں، جو اس نے ہندوستانیوں کی تعلیم کے باب میں کی ہیں اور ان کی عوض میں ہم سب پر گورنمنٹ کی عنایت بڑی احسان مندی واجب اور لازم ہے۔ ہم کو اچھی طرح یقین ہے کہ گورنمنٹ نے اس تعلیم کے کام کو نہایت خالص نیت اور بالکل بے غرضی سے اختیار کیا ہے۔ تعلیم سے گورنمنٹ کا اصلی مقصود بالکل لوگوں کی بہبود اور فلاح ہے۔ وہ اپنی رعایا کی حالت کو ترقی دینے کے باب میں ہمیشہ ساعی رہتی ہے''۔(14)

یوں سرسید کو کامل یقین تھا کہ حملہ آور، قابض فرنگی کا قائم کردہ نظامِ تعلیم سو فیصد ہندوستانیوں کی خیر خواہی کے لئے تھا۔ مگر دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ کوئی حملہ آور قابض، مقبوضہ علاقہ میں وہی تعلیمی نظام قائم کرتا ہے جو اس کی حکومت کو طول دینے کا سبب بنے اور اس کے ذریعے ایک ایسا تعلیم یافتہ گروہ تیار ہو سکے جو اپنے لوگوں کے بارے میں حملہ آور کی طرح سوچے۔ سرسید کے حملہ آور قابض فرنگی یا فرنگی سرکار کے ساتھ تعلق کے حوالے سے مولانا الطاف حسین حالی کی تحریر میں سے کچھ جملے دیکھیے۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''سر سید نے اُس خطرناک موقع پر نہایت دلیری اور جوانمردی سے تمام مصیبت کے زمانے میں یورپین حاکموں کا جو وہاں (بجنور) موجود تھے، ساتھ دیا............ مسٹر شیکسپیئر کلکٹر و مجسٹریٹ بجنور تھے۔ مسز شیکسپیئر بہت گھبرائیں تو سر سید نے کہا ''جب تک ہم زندہ ہیں آپ کو گھبرانا نہیں چاہیے۔ جب آپ دیکھیں کہ ہماری لاش کوٹھی کے سامنے پڑی ہے اس وقت گھبرانے میں مضائقہ نہیں''۔(15)

''6 اگست 1869ء کو انڈیا آفس میں ڈیوک اوف ارگائل کے ہاتھ سے اُن (سر سید) کو سی-ایس-آئی کا خطاب اور تمغہ ملا''۔(16)

11 مارچ 1870ء کو ملکہ برطانیہ سے ملاقات کے حوالے سے سر سید فرماتے ہیں:

''حسبِ معمول لوی کے محل میں مجھ کو اور درباریوں کے ساتھ بٹھا دیا گیا تھا۔ جب ملکۂ معظّمہ تشریف لائیں تو میں نے بھی مثل تمام درباریوں کے اپنے نمبر پر سامنے جا کر سلام کیا۔ سلام کرنے کا دستور یہ ہے کہ ملکۂ معظّمہ سے ہاتھ ملا کر اور بایاں گھٹنا ٹیک کر حضور ممدوح کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہیں''(17)

یہ بات بھی پورے یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ سر سید تعلیم و تدریس کے اصولوں سے واقفیت نہیں رکھتے تھے یا یہ کہ وہ Second, First اور Third Languages کے دائرہ اثر یا دائرہ عمل کو سمجھتے نہیں تھے۔ اُن کی یہ تحریر دیکھیں:

''کیا اہلِ یورپ کی روشن ضمیری اور شائستگی اور فضل و کمال کی تعلیم ایسی زبان کے ذریعہ سے ہے جس سے وہ ناآشنا ہیں اور وہ ایک غیر ملک کی ایسی زبان ہے جس کی تحصیل ممکن نہیں کہ ہندوستان مقبوضہ سرکار کے چودہ کروڑ باشندے کو لیوین بہتر اور علاحدہ نہیں ہو سکتی ہے؟ یہ ممکن نہیں کہ ان کروڑوں آدمیوں کو ایک ہی زبان اور وہ بھی نئی سکھائی جا سکے۔ یہ کب ہو سکتا ہے کہ ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا تعالیٰ کی اِس قدرت کے برخلاف عمل کرسکیں جو باطل کے مفاد پر اس نے دکھائی ہیں۔ پس اگر یہ بات ممکن نہیں تو بجز اس کے اور کوئی علاج اور تدبیر نہیں کہ اہلِ یورپ کی روشن ضمیری اور ان کا علم اور فضل لوگوں کے علی العموم سکھانے کے لئے دیسی زبان کو ذریعہ تعلیم ٹھہرایا جائے''(18)۔

سرسید اس بات کو مانتے تھے کہ مختلف زبانیں بولنے والے کروڑوں لوگوں کو شعوری سطح پر ایک زبان بولنے، لکھنے، پڑھنے کے لئے مجبور کرنا خلافِ فطرت ہے، کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں۔ پھر اس بات کا اظہار بھی کیا کہ یہ زبانوں کے حوالے سے قانونِ خداوندی کے خلاف ہے کہ اسلامی نظریے کے مطابق زبانیں مخلوقاتِ خدا میں سے ہیں۔ اور کسی مخلوق کو زبردستی یا کوئی مخصوص حکمتِ عملی اپنا کر صفحۂ ہستی سے مٹانا یا دبانا سراسر قانونِ فطرت سے بغاوت ہے۔

ابتدائی دور میں جب سرسید ہندوستانیوں کے لئے صرف انگریزی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کے حق میں تھے تب وہ اردو زبان کے حوالے سے جو بات کرتے تھے وہی باتیں پنجابی کے مخالفین نے 09-1907ء کے عرصہ کے دوران پنجابی زبان کے حوالے سے کیں۔ مثلاً سرسید کہتے تھے: ''گورنمنٹ نے یہ خیال کیا کہ جب کسی قوم کی تربیت کا ارادہ کیا جائے تو جو اس قوم کی زبان ہے اُسی میں اُس کی تربیت ہو تو بہت آسان ہو گی اور دوسری زبان کے لُغت اور محاورے سیکھنے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے وہ بچے گا۔ بظاہر اس کی نظیریں بھی موجود تھیں کیونکہ تمام اہلِ یورپ اور اہلِ عرب نے اپنی ہی زبانوں میں علم سیکھے ہیں۔ مگر یہ رائے غلط تھی۔ کُل زبانوں پر ایسا خیال کر لینا صحیح نہیں ہے بلکہ ہم کو چاہیے کہ اس بات پر بھی غور کریں کہ جس زبان میں ہم کسی قوم کی تعلیم چاہتے ہیں آیا اُس زبان (اردو) کی حالت ایسی ہے یا نہیں کہ اس میں تعلیم کا ہونا ممکن ہو''(19)۔

مزید لکھتے ہیں کہ اردو زبان کی حالت ایسی نہیں کہ یہ ذریعہ تعلیم بن سکے۔ تجویز دیتے ہیں کہ: ''گورنمنٹ پر واجب ہے کہ اس طریقۂ تعلیم کو جو درحقیقت تربیتِ انسان کو خراب کرنے والا اور خود بخود لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا کرنے والا ہے، بالکل بدل دے اور اُس زبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(انگریزی) میں تربیت جاری کرے جس سے تربیت کا جو اصلی نتیجہ ہے وہ حاصل ہو''(20)۔

سرسید کی بیشتر تحریروں کی Sense بتاتی ہے کہ جب وہ دیسی زبان کی بات کرتے ہیں تو دراصل وہ مادری زبان (First Language) ہی کی بات کرتے ہیں۔ بلکہ یہاں انہوں نے ''دیسی زبان'' نہیں بلکہ ''دیسی زبانوں'' یعنی ہندوستان کی تمام مادری زبانوں کے الفاظ استعمال کیے ہیں، کہتے ہیں: ''ہم نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ تعلیم دیسی زبانوں کے ذریعہ سے ہونی چاہیے''(21)۔ جب سرسید دیسی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کے حق میں بولنے لگے تو انہوں نے ہر غیر مادری زبان کو بطور ذریعہ تعلیم اپنانے کی مخالفت کی تب سرسید اُس زبان کو تعلیمی ذریعہ بنانے کے حق میں قطعاً نہ تھے جو پہلے بچے کو سکھانی پڑھے، لکھتے ہیں:

> ''اگر علم کی تحصیل غیر ملک کی زبان (Second Language) کے ذریعہ سے کی جائے تو اس میں دو چند وقت صرف ہوتا ہے۔ اول تو خود زبان ہی کے سیکھنے میں وقت خرچ ہوتا ہے اور اس کی تحصیل میں ہزاروں طالب علم اس قدر وقت کھوتے ہیں کہ پھر اس زبان کے ذریعہ سے جس کو انہوں نے حاصل کیا ہے کسی مفید علم کی تحصیل کرنے کے واسطے وقت باقی نہیں رہتا ہے ....مگر جب کہ اس کے دیس کی زبان (First Language / Mother Tongue) میں علم کی تعمیل کی جاتی ہے تو طالب علم کا کچھ بھی وقت ضائع نہیں ہوتا .... ہم نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ تعلیم دیسی زبانوں کے ذریعہ سے ہونی چاہیے''(22)۔

سرسید احمد خاں نے اس حوالے سے جو خطوط انگریز سرکار کو لکھے اس میں ''دیسی زبان'' اور ''دیسی زبانوں'' کے الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں مگر مولوی عبدالحق نے سرسید کے حوالے سے جو تحریریں لکھیں اُس میں انہوں نے ہر جگہ ''دیسی زبانوں'' (Mother Tongues) کی بجائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''دیسی زبان''، یعنی واحد کا صیغہ استعمال کر کے صرف اردو زبان مراد لیا۔ کیونکہ وہ اوائل ہی سے علمی بنیاد کی بجائے جذباتی سطح پر اردو زبان، جو کہ ان کی مادری زبان تھی، حمایت کرتے تھے۔ مولوی عبدالحق کے یہ الفاظ دیکھئے جن میں وہ ہندوستان کی تمام دیسی زبانوں کو پچھاڑنے کی بات کرتے ہیں:

> ''جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ اگر یہ یونیورسٹی (سرسید کی ورنیکلر یونیورسٹی) وجود میں آجاتی تو ہماری زبان (اردو) کی کیا حالت ہوتی تو ہمارے دل میں عجیب قسم کا ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ ساٹھ ستر سال کی مدت کچھ کم نہیں ہوتی اگر اس مدت میں استقلال، خلوص اور ہوش مندی سے کام لیا جاتا تو ہندوستان کی کوئی زبان اس سے لگا نہ کھاتی''(22)۔

مولوی عبدالحق کا یہ رویہ مثبت نہ تھا۔ وہ دوسری ہم وطن زبانوں کو اپنی مادری زبان کی مدِ مقابل سمجھتے تھے، جبکہ زبانیں ایک دوسری کی مدِ مقابل نہیں ہوا کرتیں۔ یہی وہ بنیادی نکتہ/مرکز ہے جہاں سے لسانی تعصب کے سوتے پھوٹتے ہیں۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بلاشبہ سرسید احمد خاں ابتدائی زمانہ میں انگریزی زبان کی بالادستی پر یقین رکھتے تھے۔ مگر بعد میں جب انہوں نے دیسی زبانوں کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی غرض سے ورنیکلر یونیورسٹی کی تجویز پیش کی تو وہ انگریزی زبان کی مکمل بالادستی کے خلاف ہو گئے۔ انہوں نے اپنی اس تجویز میں لفظ ''دیسی زبانوں'' بھی استعمال کیا۔ جس سے ان کی مراد یقیناً ہندوستان میں بولی جانے والے تمام زبانیں مراد تھا۔ چونکہ وہ بات بھی ایسی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کی کر رہے تھے جو بچے کو سیکھنی نہ پڑے، جو یقیناً مادری زبان کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ مگر سرسید کی اس تجویز کے شارحین و مفسرین نے ''دیسی زبانوں'' سے صرف اور صرف ایک زبان ہی (اُردو) مراد لی۔ دوسری بات کہ یونیورسٹی کے لئے سرسید نے ''ورنیکلر'' کا لفظ تجویز کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس یونیورسٹی میں ہندوستان کی تمام بڑی زبانوں کی تعلیم و تدریس چاہتے ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گے ورنہ وہ ایک زبان کے نام پر بھی یونیورسٹی کا نام تجویز کر سکتے تھے۔ فرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تمام ہندوستانیوں کی تعلیم و تدریس کے لئے ایک زبان تجویز کر رہے تھے تو پھر ان کی ہندوستانیوں سے وفاداری کو شک کی نظر سے بھی دیکھا جائے گا، کیونکہ بقول ان (سر سید احمد خاں) کے:

> ''یہ ممکن نہیں کہ ان کروڑوں آدمیوں (ہندوستانیوں) کو ایک ہی زبان اور وہ بھی نئی (یعنی Second Language) سکھائی جا سکے''(24)

☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

1. قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، سوم 1996ء، ص2235
2. جامع انگلش اردو ڈکشنری، والیم 6، نیشنل کونسل برائے پروموشن آف اردو لینگویج ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن، منسٹری آف ہیومین ریسورس ڈویلپمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا، 1995ء، ص668
3. The New Oxford Dictionary of English, Oxford University Press, pp.2054.
4. Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English, 7th Edition, Oxford University Press, pp.1698.
5. The Oxford English Dictionary, Second Edition, Volume xix, Clarendon Press, Oxford, 1989, pp.549.
6. جامع انگلش اردو ڈکشنری، والیم 3، ص275
7. www.Dictionary.com
8. حیاتِ جاوید، تالیف: الطاف حسین حالی، نیشنل بک ہاؤس، لاہور۔ 1986ء، ص132,133
9. ایضاً، ص133
10. ایضاً، ص134
11. ایضاً، ص142
12. ایضاً، ص134,135
13. www.Vichaar.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

14. عبدالحق۔ سر سید احمد خاں، حالات و افکار۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی۔ اکتوبر 1959ء، ص100
15. حیاتِ جاوید۔ص76
16. ایضاً،ص153
17. ایضاً،ص154
18. سرسید احمد خاں، حالات وافکار،ص107,108
19. حیاتِ جاوید،ص90
20. ایضاً،ص91
21. سرسید احمد خاں، حالات وافکار۔ص109
22. ایضاً،ص109
23. ایضاً،ص132
24. ایضاً،ص108

© rasailojaraid.com